(۲۹)

(فرمودہ ۱۳۔ نومبر ۱۹۳۹ء بمقام عید گاہ۔ قادیان)

دنیا میں کوئی ایک بھی ایسی چیز نہیں جس کے متعلق یہ کہا جاسکے کہ اگر فلاں فلاں شرائط کے ساتھ اس کام کو کرلیا جائے تو یہ کام مکمل ہو جائے گا۔ میری مراد ان کاموں سے ہے جن کے شرعی نتائج نکلتے ہیں۔ سائنس کے تجارب سے میری مراد نہیں۔ تمام حد بندیاں کسی نہ کسی وقت میں جاکر ٹوٹ جاتی ہیں اور کوئی نہ کوئی پہلو ایسا ضرور نکل آتا ہے جو ان شرائط کو بھی نامکمل اور ناقص بنا دیتا ہے۔ جب ہم پڑھا کرتے تھے تو اس وقت کے ریڈروں میں ایک بڑی عجیب تمثیل بیان کی گئی تھی جو میرے اس مضمون کو اچھی طرح واضح کردیتی ہے۔ کہتے ہیں کوئی آقا تھا جو اپنے ملازموں کے ساتھ بڑی سختی کا سلوک کیا کرتا تھا اور آہستہ آہستہ جب اس کی یہ شُہرت ہو گئی اور لوگوں میں وہ بدنام ہو گیا تو اس کے پاس کوئی شخص نوکر رہنے کے لئے آمادہ نہ ہوتا تھا۔ آخر بہت جستجو کے بعد اسے ایک شخص ملا جس نے یہ شرط اس کے سامنے پیش کی کہ آپ مہربانی کرکے میرے فرائض مجھے لکھ کر دے دیں اور میں انہیں ادا کردوں گا اگر ان میں مَیں کوئی کوتاہی کروں تو میں مجرم ہوں گا اور ان سے زائد اگر آپ مطالبہ کریں تو میں نہیں کروں گا۔ اسے چونکہ خادم نہ ہونے کی وجہ سے تکلیف تھی اس نے یہ شرط قبول کرلی اور نوکر کے جتنے فرائض اس کے ذہن میں آسکتے تھے ان کو ایک کاغذ پر لکھ کر نوکر کے حوالے کر دیا۔ نوکر نے وہ کاغذ رکھ لیا اور کام شروع کر دیا۔ کچھ روز تک تو دونوں کا نباہ ہوتا رہا۔ ایک دن آقا گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جا رہا تھا کہ گھوڑا کسی چیز سے ڈر کر بِدکا اور سوار اگر گیا لیکن بدقسمتی سے اس کا ایک پاؤں رکاب میں پھنس گیا۔ اس کا سر تو زمین کے ساتھ گھسٹتا ہوا جا رہا تھا اور پاؤں رکاب میں پھنسا ہوا تھا اور پیچھے پیچھے نوکر چلا جا رہا تھا کیونکہ اس کی ملازمت کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ جب آقا گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جائے تو وہ پیچھے پیچھے چلے۔ اس نے نوکر کو پکارا اور کہا کہ میں مر رہا ہوں رکاب سے میرا پاؤں جلدی نکال مگر نوکر نے وہ شرائط نامہ جیب سے نکالا اور کہا

"دیکھ لو سرکار اس میں شرط یہ لکھی نہیں"

اب کون شخص ہے جس کے ذہن میں یہ شرط بھی آسکتی ہے کہ اگر میں گھوڑے سے گروں اور پاؤں رکاب میں پھنس جائے تو اسے نکالنا بھی ملازم کا فرض ہے۔ تو روحانی و جسمانی تعلقات میں ایسی بیسیوں باتیں ہوتی ہیں اور ان میں ایسا تنوع پایا جاتا ہے کہ ان کی معین طور پر حد بندی نہیں کی جاسکتی خواہ کتنی شرطیں باندھ لی جائیں پھر بھی کوئی نہ کوئی پہلو ضرور ان سے باہر رہ جاتا ہے۔ نماز کے ساتھ چاہے جتنی شرطیں لگالو اور ان کی پابندی پوری احتیاط سے کرو پھر بھی کوئی نہ کوئی موقع ایسا ضرور آئے گا کہ ان حد بندیوں کے باوجود تمہاری نماز ناقص رہ جائے گی۔ اصل چیز یہی ہے کہ نماز کو خدا تعالیٰ کی خاطر پڑھا جائے۔[1] باقی رہی یہ بات کہ وضو اس طرح کیا جائے، اس طرح ہاتھ باندھے جائیں، اس طرح جھکا جائے، کمر اس طرح رکھی جائے یہ ایسی تفاصیل ہیں کہ پوری احتیاط کے باوجود کوئی نہ کوئی پہلو ایسا رہ جاتا ہے جس کی وجہ سے کہا جاسکتا ہے کہ نماز ناقص رہ گئی۔ اسی طرح روزہ ہے تم اس کے متعلق کتنی پابندیاں لگالو ایسی کوئی معیّن صورت مقرر نہیں کی جاسکتی کہ کوئی کہہ سکے اس طرح روزہ بالکل مکمل ہو جائے گا۔ خواہ چار صفحات کی شرطیں لکھ ڈالی جائیں پھر بھی کسی نہ کسی پہلو سے نقص رہ جائے گا اور اس طرح روزہ نامکمل ہو جائے گا۔ پس اصل شرط یہی ہے کہ نماز خدا تعالیٰ کے لئے اور حتّی المقدور اس کے بنائے ہوئے احکام کے مطابق پڑھی جائے۔ روزہ خدا تعالیٰ کے لئے اور حتّی المقدور اس کے بنائے ہوئے احکام کے مطابق رکھا جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ عام مومن کے لئے دین العجائز ہی بہترین چیز ہے بڑھیا والا ایمان ہی کافی ہے کہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ایک بات کہہ دی ہے اس لئے اسے اختیار کرنا چاہئے۔[2] لمبی بحثوں میں پڑنا اچھا نہیں صرف یہ کافی ہے کہ اللہ و رسول کا یہ حکم ہے اس کی پابندی ہونی چاہئے اور عوام کے لئے یہ دین العجائز ہی بہترین چیز ہے اس لئے کہ ان میں اتنی قابلیت نہیں ہوتی کہ وہ ہر بات سے فلسفیانہ نتائج اخذ کر سکیں۔ دوسروں کے لئے بھی یہی بہتر ہوتا ہے کہ کیونکہ انہوں نے عوام کے لئے نمونہ بننا ہوتا ہے اور ہر ایک مسئلہ کے متعلق فلسفیانہ موشگافیاں کی جائیں تو آسان مسائل بھی نہایت پیچیدہ بن جاتے ہیں۔ میں ایک مرتبہ منالی[3] سے واپس آرہا تھا راستہ میں ایک سکھ وکیل مجھ سے ملے۔ انہوں نے کہا کہ میں بعض باتیں کرنا چاہتا ہوں وہ پہلے سے سلسلہ احمدیہ کی کتب کا مطالعہ

کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ بعض باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔ مثلاً یہ کہ شراب کی اسلام نے ممانعت کی ہے کیونکہ اس سے انسان بدمست ہو جاتا ہے لیکن سینکڑوں لوگ ایسے ہیں جو شراب کے استعمال سے بدمست نہیں ہوتے۔ انہوں نے ساری عمر کبھی اتنی شراب نہیں پی کہ دماغ پر اس کا اثر ہو اور اسلام اس کے فوائد بھی تسلیم کرتا ہے ۵ پھر اس کے استعمال کی ممانعت کیوں کی گئی ہے کیوں اس پر پابندی نہیں لگادی۔ میں نے کہا یہ تو صحیح ہے کہ بعض لوگ ایسے ہو سکتے ہیں جو بدمست نہ ہوں لیکن ہر انسان کی عقل مختلف ہوتی ہے اور ہر شخص اس کا اہل نہیں ہوتا کہ صحیح اندازہ کر سکے۔ میں نے کہا آپ وکالت کرتے ہیں اور اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ بیسیوں باتیں ایسی ہیں جو کئی لوگ کر سکتے ہیں اور کئی نہیں کر سکتے لیکن ان کے متعلق جو قانون ہوتا ہے اس کے نفاذ میں کوئی امتیاز نہیں کیا جاتا۔ مثلاً دفعہ ۱۴۴ کا اگر نفاذ کسی شہر میں کیا جاتا ہے تو یہ فرض کر کے نہیں کیا جاتا کہ تمام لوگ یہاں فسادی ہیں۔ وہاں شریف بھی ہوتے ہیں جو فساد سے بچتے ہیں لیکن اس دفعہ کے نفاذ میں کوئی امتیاز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اس کا اعلان اس رنگ میں کیا جائے کہ ایسے پانچ آدمی جمع نہ ہوں جو فساد کرنے والے ہیں۔ تو کیا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کوئی بھی ایسا آدمی ہو گا جو کہے کہ میں فساد کی نیت سے آیا ہوں۔ میں نے انہیں بتایا کہ قانون میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کتنے لوگ اس کی پابندی کر سکیں گے اور کتنے نہیں بلکہ اعلان عام ہوتا ہے اور اس بات کو مدنظر رکھا جاتا ہے کہ فساد اور ضرر کا احتمال ہی باقی نہ رہے اور جب ضرر کا احتمال زیادہ ہو تو اسی کو مقدم رکھ کر حکم دیا جاتا ہے۔ یہ بحث تو میں نے انہیں سمجھانے کے لئے کی ورنہ حقیقت یہی ہے کہ سائنس کی موجودہ تحقیقات سے یہی ثابت ہوا ہے کہ الکحل قلیل مقدار میں بھی دماغ پر اثر کرتا ہے۔ میں نے کہا میں مان لیتا ہوں کہ آپ ساری عمر شراب استعمال کریں تو بھی حد کے اندر رہ سکتے ہیں لیکن سوال تو یہ ہے کہ آپ کا ہمسایہ بھی جو عقل و فہم کے لحاظ سے آپ سے بہت کم ہے اپنے آپ کو حد کے اندر رکھ سکتا ہے یا نہیں۔ میں یہ مان لیتا ہوں کہ آپ اپنے ہمسایہ سے زیادہ اچھے ہیں لیکن سوال تو یہ ہے کہ کیا آپ کا ہمسایہ بھی اس بات کو تسلیم کر لینے کے لئے تیار ہے؟ وہ تو کہے گا کہ وہ آپ سے زیادہ اچھا ہے اور چونکہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ کون حدود کے اندر رہ سکتا ہے اور کون نہیں اس لئے شریعت اسلامیہ نے عام قانون بنا دیا اور حکم دے دیا کہ آپ بھی شراب استعمال نہ کریں تا آپ کا ہمسایہ بھی اس سے باز رہ سکے۔ یہ ایک نہایت

نازک معاملہ ہے اور کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اپنے دوست' شاگرد' ہمسایہ یا متعلقین کے لئے ایسی باتیں بیان کر سکتا ہوں کہ پھر ان کو تشریح کی کوئی ضرورت نہ رہے اور کام آپ ہی آپ چلتا رہے۔ ہدایات خواہ کتنی مفصّل کیوں نہ ہوں پھر بھی کئی پہلو ایسے نکل آئیں گے کہ انسان کو قیاسات سے کام لینا پڑے گا اور وہاں غلطی کا امکان رہے گا اس لئے کوئی ایسی چیز ہونی چاہئے جو ایسی غلطیوں کو آپ ہی آپ ٹھیک کرتی رہے۔ میں نے دیکھا ہے بعض نہایت واضح مسائل ہوتے ہیں مگر ان میں بھی اجتہاد کی چھوٹی سی غلطی سے کیا کی کیا صورت بن جاتی ہے۔ اسی رمضان میں ہمارے گھر میں ہی ایک ایسا مسئلہ پیش ہوا۔ ہمارے گھر کا ایک فرد بیمار تھا بیچ میں افاقہ ہوا تو انہوں نے کہا کہ میں آج روزہ رکھوں گی۔ شاید اللہ تعالیٰ نے یہ مسئلہ ہی حل کرانا تھا جو یہ صورت پیدا ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ آج ستائیسواں روزہ ہے میں رکھ لیتی ہوں مگر ستائیسواں روزہ جمعہ کے روز تھا کسی نے ان سے کہا کہ جمعہ کا اکیلا روزہ رکھنا تو جائز نہیں۔ اب یہ بات غلط بھی ہے اور صحیح بھی۔ ایک شخص جو رمضان میں بیمار ہے اگر جمعہ کے روز اس کو افاقہ ہو تو اس کا اس روز روزہ رکھنا ناجائز نہیں۔ یہ ممانعت نفلی روزہ کے متعلق ہے۔ [۸] میں نے ان سے کہا کہ آپ کے لئے یہ مسئلہ نہیں کہ جمعہ کے روز علیحدہ روزہ رکھنا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ ہے کہ بیمار کے لئے روزہ جائز نہیں ہے [۹] اور جس روز اسے صحت ہو ضرور روزہ رکھنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ اگر ایک شخص جو باقی رمضان میں بیمار ہو کسی جمعہ کے روز اچھا ہو تو اس روز روزہ نہ رکھے۔

رمضان کا تو ہر دن فرض ہوتا ہے اور اس میں جس دن بھی کوئی شخص اچھا ہو اسے روزہ رکھنا چاہئے۔ وہ دن اگر جمعہ کا ہو تو بھی روزہ رکھنا چاہئے۔ مگر بعض لوگوں نے نادانی سے یہ مسئلہ بنایا ہوا ہے کہ جمعہ کا روزہ خواہ رمضان کا ہو اکیلا رکھنا جائز نہیں حالانکہ اس میں یہ وضاحت ضرور ہونی چاہئے کہ یہ نفلی روزوں کے متعلق ہے۔ اگر کسی شخص کے حالات ایسے ہیں کہ وہ صرف جمعہ کو ہی رمضان کا روزہ رکھ سکتا ہے تو اسے ضرور رکھنا چاہئے۔

فرض کرو ایک شخص سفر پر ہے وہ جمعہ کو گھر پہنچا اور ہفتہ کو اسے پھر سفر پر روانہ ہونا ہے تو اسے اس جمعہ کا روزہ ضرور رکھنا چاہئے کیونکہ یہ فرض روزے ہیں اور ان کا ہر دن فرض ہے مگر بعض مولویوں نے غلطی سے یہ مسئلہ بنا دیا ہوا ہے۔ اور حقیقت یہی ہے کہ خواہ کتنی شرائط لگا دیئے جائیں اجتہاد کی صورت میں غلطیوں کا امکان پھر بھی باقی رہتا ہے اور اس لئے

محفوظ طریق یہی ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا انتظام ہو کہ آپ ہی آپ ایسی غلطیاں درست ہوتی رہیں۔ جس طرح آج کل ایک آلہ آٹو میٹک ایڈ جسٹر (Automatic Adjuster) ایجاد ہوا ہے جو ہوائی جہازوں میں لگایا جاتا ہے اور اس میں اگر کوئی معمولی نقص واقعہ ہو جائے تو وہ خود بخود اسے درست کر دیتا ہے۔ ایک جہاز جب بیس ہزار یا چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا ہو تو مشینری میں ذرا سا نقص بھی خطرناک نتائج کا موجب ہو سکتا ہے اور ایسی معمولی غلطیوں کا ہوا باز کی نظر سے اوجھل ہو جانا ممکن ہوتا ہے اس لئے ہوائی جہازوں میں ایسے آلے لگا دیئے جاتے ہیں کہ ایسی غلطیاں آپ ہی آپ درست ہوتی رہیں۔ مثلاً اگر توازن قائم نہ رہے تو آٹو میٹک ایڈ جسٹر خود بخود اسے ٹھیک کر دے گا۔

پس کوئی ایسا آٹو میٹک ایڈ جسٹر انسان کے لئے بھی ہونا ضروری ہے جو اس کی غلطیوں کو خود بخود درست کرتا رہے۔ انسان سے ہر نیکی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ میں غلطی کا امکان ہے اس لئے ان نیکیوں کو غلطی سے پاک رکھنے کے لئے ایسے انتظام کی ضرورت ہے۔

ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ جہاد پر تشریف لے گئے۔ آپؑ کے ساتھ جو صحابہؓ تھے ان میں سے بعض روزہ دار تھے اور بعض نہیں تھے۔ جب منزل پر پہنچے تو روزہ دار تو جا کر بستروں پر گر گئے اور جو لوگ روزہ سے نہیں تھے انہوں نے خیمے وغیرہ لگائے اور دوسرے ضروری انتظامات کئے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا آج بے روز روزہ داروں سے بڑھ گئے ہیں۔ [1] دراصل وہ روزہ کا موقع ہی نہ تھا۔ یہ نیکی تو تھی مگر بے موقع۔ تو بسا اوقات انسان خیر خواہی اور نیک نیتی سے کوئی کام کرتا ہے مگر وہ بُرا ہو جاتا ہے۔ ایک شخص کے پاس کوئی فقیر آتا ہے وہ اسے صدقہ دے دیتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ یہ جیسا کہ بیان کرتا ہے بھوکا ہے روٹی کھائے گا اور پیٹ بھرے گا مگر وہ سیدھا چنڈو خانہ ☆[1] یا شراب خانہ میں پہنچتا ہے اور اس طرح وہ پیسے خرچ کرتا ہے۔ اب اس نے تو نیکی کی تھی مگر اس نے اس کے دیئے ہوئے صدقہ کو بدی میں صرف کیا اور اس لئے یہ اگر اسے صدقہ نہ دیتا تو اچھا ہوتا۔ اس نے تو رحم کر کے دیا مگر اس نے اس سے ایسا کام کیا جو ملک کے لئے یا قوم کے لئے یا دین کے لئے مُضِرّ تھا۔ اگر اس نے اس سے شراب پی یا کنجر خانہ میں گیا تو دین اور دنیا کے لئے مُضِرّ فعل کا ارتکاب کیا۔ یا اگر افیون کھائی تو اپنی صحت کے لئے اور قوم کے لئے مُضِرّ حرکت کی۔ ہزاروں افعال ایسے ہیں جو انسان کرتا تو نیک نیتی اور نیک ارادہ سے ہے مگر نتیجہ چونکہ اس کے اپنے اختیار میں نہیں

ہوتا اس لئے وہ خلافِ توقع نکل آتا ہے اور ان باتوں سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی ایسی چیز ہونی چاہئے جو غلطیوں کو آپ ہی آپ درست کرتی رہے۔ نماز انسان پوری احتیاط سے پڑھے' اس کا ترجمہ بھی پوری طرح سیکھ لے' قیام' سجدہ' رکوع ہر حرکت شریعت کی بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق کرے پھر بھی جب وہ نماز کے لئے کھڑا ہو تو کوئی شخص قریب ہی شور مچانا شروع کر دے تو اس کی توجہ ضرور خراب ہو جائے گی اور اس طرح نماز میں ضرور نقص رہ جائے گا اور یہ بات اس کے اختیار میں نہیں کہ یہ شور نہ ہونے دے۔ بے شک اس کی نیت درست ہو مگر بیرونی شور توجہ کو ضرور خراب کر دے گا۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ عام لوگوں کا حال ہے کہ بیرونی شور و شر نماز کی توجہ کو خراب کر دیتا ہے بزرگوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ ان کو تو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ کیا ہو رہا ہے اور کئی اس قسم کے قصے بھی بنائے ہوئے ہیں۔

کہتے ہیں ایک مرتبہ امام حسینؓ [۱] کو جب کہ وہ نماز میں تھے بچھو نے کاٹ لیا مگر انہیں اس کا پتہ ہی نہ لگ سکا۔ نماز سے فارغ ہوئے تو معلوم ہوا کہ بچھو نے کاٹا ہے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ کسی بزرگ کی کوئی نماز ایسی ہو لیکن یہ بات کہ کسی بڑے سے بڑے بزرگ کی ہر نماز ایسی ہوتی ہے بالکل صریح جھوٹ ہے اس لئے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک موقع پر خود فرمایا کہ میری نماز خراب ہو گئی۔ آپ نماز پڑھا رہے تھے کہ کسی بچے نے رونا شروع کر دیا آپؐ نے نماز جلدی جلدی پڑھائی اور فرمایا کہ اس کی ماں اسے کیوں نہیں پکڑتی اس کے رونے کی وجہ سے میری نماز خراب ہو گئی۔ [۲] اور جب رسول کریم ﷺ کی نماز کا یہ حال ہو تو کسی بڑے سے بڑے بزرگ کے متعلق یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ اس پر بیرونی شور و شر کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اگر یہ ممکن ہوتا تو رسول کریم ﷺ کے لئے اس کا سب سے زیادہ امکان تھا۔ مگر جب آپؐ نے فرمایا کہ میری نماز خراب ہو گئی تو کوئی دوسرا کیونکر یہ دعویٰ کر سکتا ہے۔ اسی طرح ایک موقع پر رسول کریم ﷺ نے نماز پڑھتے ہوئے ہی دروازہ کھول دیا۔ [۳] پھر ایک اور موقع پر آپ نے نماز پڑھتے ہوئے حضرت زینب رضی اللہ عنہا [۴] کی بچی یعنی اپنی نواسی کو اٹھایا۔ سجدہ میں جاتے تو اتار دیتے اور کھڑے ہوتے تو اٹھا لیتے۔ [۵] اگر نماز میں پتہ ہی نہیں ہوتا کہ کیا ہو رہا ہے تو آپ یہ سب کچھ کس طرح کر سکتے تھے۔ تو یہ سب باتیں غلط ہیں بے شک غیر معمولی طور پر جذب کی کیفیت بھی ہوتی ہے مگر وہ شاذ ہوتی ہے۔ پھر یہ بھی صحیح ہے کہ عام لوگوں اور بزرگوں کی نمازوں میں ایک حد تک ضرور فرق ہوتا ہے اور جہاں ایک عام آدمی کو ذرا سا کھٹکا

اپنی طرف متوجہ کرلیتا ہے ان کو زیادہ شور ہی متوجہ کر سکتا ہے مگر یہ کہ اثر ہو ہی نہیں یہ بات فطرت انسانی کے بالکل خلاف ہے۔ انسان کی نیکی اس کی فطرت کو نہیں دبا سکتی۔ نیکی کا یہ نتیجہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ انسان پانی پیئے اور پیاس نہ بُجھے بلکہ نیک آدمی کی فطرت تو زیادہ چمک اٹھتی ہے۔ دنیا میں ایسے لوگ ہیں جو سیر سیر بھر مٹھائیاں کھا جاتے ہیں اور ان کو پتہ بھی نہیں لگتا۔ مگر انبیاء اور صلحاء ذرا ذرا سی چیز میں مزا محسوس کرتے ہیں اور تھوڑا سا کھا کر بھی ان کی زبان پر تسبیح جاری ہو جاتی ہے کیونکہ ان کے حواس زیادہ مکمل ہو چکے ہوتے ہیں۔ پس انبیاء اولیاء و صلحاء کے متعلق یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ ان کی فطرت مسخ ہو چکی ہوتی ہے بلکہ ان کی فطرت تو زیادہ چمک جاتی ہے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ ان کے احساسات نہیں ہوتے۔ بے شک انہیں دوسروں سے امتیاز حاصل ہوتا ہے ان کی طبیعت آپ ہی آپ دوسری طرف مائل نہیں ہوتی اور دوسرے لوگوں کی آپ ہی آپ اور بلاوجہ دوسری طرف متوجہ ہو جاتی ہے مگر یہ کہ ان پر اثر ہوتا نہیں بالکل غلط ہے اثر ہر شخص پر ہوتا ہے۔ تم کتنی احتیاط سے نماز پڑھو پاس کوئی ڈھول بجانے لگے' یا بچہ شور مچانے لگے تو نماز میں نقص واقع ہو جائے گا اور یہ بات تمہارے اختیار کی نہیں اسی طرح روزہ میں بھی نقص کا پیدا ہو جانا ممکن ہے۔ تم احتیاط سے روزہ رکھتے ہو مگر طبیعت تیز ہے کوئی شخص تم کو گالی دے دیتا ہے اور جواب میں تم بھی اسے گالی دے دیتے ہو اور اس سے روزہ میں نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ روزہ کے صرف یہ معنی نہیں کہ دن بھر بھوکا پیاسا رہو بلکہ زبان اور دوسرے اعضاء کو بھی قابو میں رکھنا ضروری ہے۔ [۱۶] پس یہ بات بھی روزہ میں شامل ہے کہ اخلاق کو درست رکھا جائے زبان' آنکھ' ناک' کان کو قابو میں رکھا جائے۔ کوئی شخص اگر روزہ رکھے مگر لوگوں کو مارتا پیٹتا رہے' کسی کو گالیاں دے' دوسروں کی چُغلیاں سنتا رہے تو اس کا روزہ روزہ نہیں۔ [۱۷] بے شک وہ زبان سے کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں چکھتا مگر غیبت کا مزا ضرور چکھتا ہے اور جس طرح روٹی منہ میں ڈال کر چبانے سے روزہ خراب ہو جاتا ہے اسی طرح اگر زبان کو غیبت میں استعمال کیا جائے تو روزہ خراب ہو جاتا ہے۔ پس اول تو کسی کام کے لئے ایسی مفصّل شرائط کا معلوم ہونا مشکل ہے جن پر عمل کرنے سے کوئی نقص اس میں واقع نہ ہو اور پھر ان کی پابندی کی کوشش کے باوجود نقص کے پیدا ہونے کے کئی بیرونی اسباب پیدا ہو جاتے ہیں اور انسان کے لئے محفوظ طریق یہی ہو سکتا ہے کہ کوئی آٹومیٹک ایڈجسٹر ایسا ہو جو آپ ہی آپ

ایسی غلطیوں کی اصلاح کرتا رہے اور جہاں کوئی نقص پیدا ہو اس کو فوراً ٹھیک کر دے اسی طرح ہم محفوظ رہ سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ فرض کرو ہم نماز پڑھتے ہیں اور یہاں تک احتیاط کرتے ہیں کہ پہرہ دار مقرر کرتے ہیں کہ کسی کو پاس نہ آنے دے تا توجہ خراب نہ ہو مگر گھر میں ہی شور ہونے لگے یا اردگرد کے کسی مکان میں شور ہونے لگے تو اس کا کوئی کیا علاج کر سکتا ہے۔ اسی طرح کوئی شخص روزہ رکھتا ہے اس کی طبیعت غصہ والی ہے اس لئے وہ گھر میں بیٹھا رہتا ہے کہ کسی سے کوئی تکرار کا موقع ہی پیدا نہ ہو اور اپنے ملازم کو ہدایت کر دیتا ہے کہ کسی کو پاس نہ آنے دے اور اس طرح اپنے روزہ کی حفاظت کرنا چاہتا ہے لیکن یہ تو بیرونی باتوں کو روکنے کا انتظام ہے۔ اگر گھر میں ہی کوئی ایسی بات ہو جائے تو اس کا وہ کیا انتظام کر سکتا ہے۔ اس مشکل کا علاج سورۃ فاتحہ میں بتایا گیا ہے اور انسان کو خبر دی گئی ہے کہ کس طرح انسان اس قسم کے فتنوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ فرمایا اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ [۸] الٰہی ہم تیری ہی عبادت کے لئے کھڑے ہوئے ہیں یہ ارادہ ہے کہ تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے مگر یہ ارادہ یکطرفہ ہے ہم اکیلے اسے نباہ نہیں سکتے۔ ہمارے کئی قسم کے تعلقات ہیں، بیوی ہے بچے ہیں، کسی سے حاکمانہ تعلقات ہیں اور کسی سے ماتحتی کے، کہیں طالب علمی کے ہیں اور کہیں استاد ہونے کے ہزار ہا چیزیں ہیں جو ہماری اس عبادت میں روک بن سکتی ہیں ہم تیری عبادت کرنے تو لگے ہیں لیکن اگر ہمارا افسر حکم دے دے کہ پہلے فلاں کام کرو تو ہم کیا کر سکتے ہیں، کبھی ہم عبادت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو ماتحت شور مچاتے آجاتے ہیں کہ فلاں کام میں نقص پیدا ہو گیا ہے اس کی طرف توجہ کریں، کبھی کھڑے ہوتے ہیں تو بیوی شور مچاتی ہے کہ گھر کا انتظام خراب ہو رہا ہے، کبھی ہمسایوں کی طرف سے کوئی ایسی ہی بات پیدا ہو جاتی ہے، پھر کئی دوست اور کئی دشمن ہیں اور وہ سب اپنی اپنی طرف ہماری توجہ کو کھینچتے ہیں غرض اِیَّاکَ نَعْبُدُ ہم تیری عبادت تو کرتے ہیں مگر ایسی چیزیں جو ہماری توجہ کو کھینچ لیتی ہیں ان سے بچ نہیں سکتے اس لئے چاہتے ہیں کہ ان چیزوں سے محفوظ رہیں اور ہماری عبادت مکمل ہو اور وہ اسی طرح ہو سکتی ہے کہ تیری مدد شامل حال رہے اور جہاں کہیں نقص ہونے لگے وہیں اس کی اصلاح ہو جائے اس کے بغیر ہم نیکی نہیں کر سکتے۔ یہی ایک ایسا آٹومیٹک ایڈجسٹر ہو سکتا ہے جو خود بخود نقص کی اصلاح کرتا رہے۔

لیکن یہاں پہنچ کر آپ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ میں نے جو تمہید باندھی تھی اس کی رو سے

اس پر اعتراض ہو سکتا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ ہر شخص کی عبادت میں نقص واقع ہو سکتا ہے خواہ انبیاء کی ذات ہو اور اب یہ مضمون میں نے بیان کیا ہے کہ جسے یہ آٹومیٹک ایڈجسٹر حاصل ہو اس کی غلطیاں خود بخود دور ہوتی رہتی ہیں اس پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ جب آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ بعض دفعہ خود رسول کریم ﷺ کی توجہ میں بھی نقص ہو سکتا تھا تو ان کے نقص کو اس ایڈجسٹر نے کیوں نہ دور کر دیا؟ اور جب انبیاء کے معاملہ میں یہ کیفیت ہے تو عوام کس طرح اس ایڈجسٹر سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟ سو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ ایک مقام کے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا کام دنیا کو سکھانے کا ہوتا ہے۔ رسول کریم ﷺ سے جو سہو ہوتا تھا وہ لوگوں کو سکھانے کے لئے ہوتا تھا۔ [۱۹] انبیاء اور صلحاء سے بعض باتیں اللہ تعالیٰ خود کراتا ہے تا دوسروں کے لئے عملی سبق حاصل ہو۔ انبیاء کی اجتہادی غلطیوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ ان سے خود ایسی غلطیاں کراتا ہے۔ [۲۰] چنانچہ رسول کریم ﷺ سے بھی بعض اجتہادی غلطیاں اس نے کرائیں اور آپؐ کی وہ غلطیاں بھی اپنی ذات میں ایک نشان ہیں۔ کئی واقعات ایسے ہیں کہ اگر ان میں اجتہادی غلطی نہ ہوتی تو نشان اتنا واضح نہ ہوتا۔ ایسی غلطیاں انبیاء کی شان کو بڑھاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ خود کراتا ہے تا ان کی شان کو ظاہر کرے یا دوسروں کے لئے سبق ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کو غلطی میں مبتلاء ہونے دیتا ہے تا ان کے لئے نشان ہو یا دوسروں کے لئے سبق لیکن عام لوگوں کی حالت اس سے مختلف ہوتی ہے وہ ذاتی طور پر بھی غلطی میں پڑنے کے اہل ہوتے ہیں۔ ان میں سے جو شخص کامل توکّل کر کے اور کامل ارادہ کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور ڈال دیتا ہے اور کہتا ہے کہ الٰہی میرا ارادہ تو تیری ہی عبادت کرنے کا ہے مگر میں نہیں جانتا کہ اپنے اس ارادہ کو مکمل کر سکوں گا یا نہیں۔ میں تیری عبادت کے لئے کھڑا ہوں گا تو کئی روکیں پیدا ہوں گی، کہیں میرے اپنے خیالات ادھر ادھر جائیں گے، کہیں دوسرے لوگ میری توجہ کو خراب کریں گے اور میری کوششوں کے باوجود کئی صورتیں ایسی پیدا ہو جائیں گی جو میرے ارادہ کو مکمل نہ ہونے دیں گی یہ مکمل اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ تُو میری مدد کرے اور جو جو غلطیاں ہوتی جائیں تو خود ان کی اصلاح کرتا جائے ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنی استعداد اور اخلاص کے مطابق خدا تعالیٰ کی مدد حاصل کرتا ہے۔

میں نے ایک رؤیا کئی دفعہ بیان کی ہے جو یہ ہے۔ میں نے دیکھا کوئی بہت بڑا اور اہم کام

میرے سپرد کیا گیا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ میرے راستہ میں بہت مشکلات حائل ہوں گی۔ یہ خلافت سے بہت پہلے کی رؤیا ہے اور بعد میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس سے مراد خلافت تھی۔ میں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ میرے پاس آیا ہے اور وہ مجھے کہتا ہے کہ اس کام کی تکمیل کے راستہ میں بہت سی رکاوٹیں ہوں گی، بہت مخالفتیں ہوں گی مگر ان سب کا ایک ہی علاج ہے اور وہ یہ کہ جب تم کوئی غیر معمولی نظارہ دیکھو اس کی کوئی پروانہ کرو اور "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ۔" "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ۔" کہتے ہوئے آگے بڑھتے جاؤ۔ چنانچہ میں چل پڑا ہوں میرا راستہ دو پہاڑیوں کے درمیان سے گزرتا ہے اور میں جنگلوں میں سے جا رہا ہوں۔ راستہ میں اندھیرا ہو جاتا ہے، بالکل سنسان جنگل ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ بہت خطرہ اور خوف کی جگہ ہے۔ میں جا رہا ہوں کہ دور سے شور سنائی دیتا ہے اور مختلف قسم کی آوازیں آنے لگتی ہیں۔ کوئی مجھے گالی دے دیتا ہے اور کوئی بیہودہ سوال کر دیتا ہے لیکن میں "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ" "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ" کہتا ہوا آگے بڑھتا جاتا ہوں۔ اور جب میں یہ کہتا ہوں تو وہ شور بند ہو جاتا ہے مگر تھوڑی دور آگے جاتا ہوں تو بعض عجیب قسم کے وجود نظر آنے لگتے ہیں، عجیب عجیب شکلیں دکھائی دیتی ہیں، کئی کئی ہاتھوں والے انسان نظر آتے ہیں، کسی کا سر بہت بڑا ہے اور کسی کا بہت چھوٹا مگر جب میں "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ" کہتا ہوں تو وہ شکلیں غائب ہو جاتی ہیں مگر تھوڑی دیر بعد اور بھی بھیانک نظارے دکھائی دیتے ہیں۔ کوئی ہاتھ کٹا ہوا علیحدہ نظر آتا ہے کوئی سر بغیر دھڑ کے دکھائی دیتا ہے اور کوئی دھڑ بغیر سر کے، کوئی شکل ایسی نظر آتی ہے کہ جس کی لمبی زبان باہر نکلی ہوئی ہے، کسی کے بال کھلے ہوئے ہیں آنکھیں حلقوں سے باہر نکل رہی ہیں اور وہ شکلیں طرح طرح سے مجھے ڈرانے کی کوشش کرتی ہیں۔ مگر میں "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ"۔ "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ" کہتا ہوا آگے بڑھتا جاتا ہوں اور جب میں یہ الفاظ کہتا ہوں وہ غائب ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ میں منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہوں۔ اس رؤیا میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ انسان جب کوئی کام شروع کرتا ہے تو کئی چھوٹی چھوٹی چیزیں اس کی توجہ کو اپنی طرف پھراتی ہیں۔ جب وہ کوئی نیکی کا کام کرنے لگتا ہے تو شیطان اپنا یہ حربہ چلاتا ہے کہ اس کی توجہ پھر جائے۔ الخ لیکن جب انسان ان سے منہ پھیر کر اپنے کام میں لگا رہے تو خدا تعالیٰ خود اس کی تکمیل کے سامان کر دیتا ہے۔ میری خلافت کے زمانہ میں ہی دیکھ لو جماعت میں کئی فتنے پیدا

ہوئے۔ ۲۲؎ جماعت نے ایک حد تک ان کا مقابلہ بھی کیا۔ میں نے بھی جواب دیئے مگر آخر معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑ دیا۔ اتنا زور نہیں دیا جتنا کہ دشمن چاہتا تھا یا بعض کمزور احمدی چاہتے تھے۔ کئی لوگوں نے مجھے کہا کہ نتیجہ بُرا ہو گا۔ مگر میں نے کہا کہ جو بھی ہو یہ خدا تعالیٰ کی جماعت ہے' وہ خود اسے سنبھالے گا۔ مجھے اس کی طرف سے یہی حکم ہے کہ جماعت کی ترقی کی طرف توجہ رکھوں۔ بسا اوقات ان فتنوں نے نہایت بھیانک شکلیں اختیار کیں مگر آخر کار وہ اپنی موت مرگئے اور جس طرح ایک چوہا اپنے بل کے اندر ہی مرجاتا ہے اور باہر کسی کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ کیا ہوا یہی حال آج ان فتنوں کا نظر آرہا ہے۔ تو اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ہی دراصل وہ مقام ہے کہ اگر انسان صحیح طور پر اسے اختیار کرے تو کامیاب ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ میں نے دیکھا ہے بعض لوگ اپنی نمازوں اور روزوں پر مغرور ہو جاتے ہیں جو ٹھیک نہیں۔ کل ہی دعا کے موقع پر کسی شخص کی آواز میرے کان میں آئی جو کہہ رہا تھا کہ اے خدا! تُو جانتا ہے کہ ہم نے کس طرح تکالیف اٹھا کر تیرے لئے روزے رکھے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں مومن تکلیف محسوس نہیں کرتا۔ بے شک اسے جسمانی طور پر کچھ تکلیف بھی ہوتی ہے مگر وہ اس کا احساس نہیں کرتا وہ تو انتہائی تکلیف خدا تعالیٰ کے راستہ میں اٹھا کر بھی شرمندہ ہوتا ہے کہ اس نے کچھ نہیں کیا۔ اور یوں بھی اگر دیکھا جائے تو ہم نے خدا تعالیٰ کے لئے کیا تکلیف اٹھائی ہے۔ ہزاروں لوگ ایسے ہیں جن کو روٹی ملتی نہیں اور وہ فاقہ پر مجبور ہوتے ہیں لیکن جسے ملتی ہے وہ اگر روزہ رکھ کر یہ کہے کہ اس نے تکالیف اٹھا کر رکھا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی ہزاروں راہیں ہیں یہ کیا ضروری ہے کہ مانگنے کے لئے انسان بے ادبی کا طریق اختیار کرے اور اس طرح اپنے لئے اس کے فضلوں کے دروازے بند کرلے۔ یاد رکھو کہ روزے رکھنے کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ملتی ہے۔ میں ہمیشہ بیمار رہتا ہوں اس سال تو میں نے ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب سے کہا کہ اب کے تو میری صحت اتنی گری ہوئی ہے کہ شاید روزے نہ رکھ سکوں۔ ۲۳؎ مگر جب رمضان شروع ہوا تو میں ۲۳ روزے مسلسل رکھتا چلا گیا سوائے ایک کے کہ اس روز مجھے لاہور جانا پڑا اور مجھے پتہ بھی نہ لگا کہ روزے رکھ رہا ہوں۔ تب میں نے خیال کیا کہ اب تو رمضان پورا ہو گیا اور باقی روزے بھی میں رکھ سکوں گا اور اس کے معاً بعد مَیں ایسا بیمار ہوا کہ پھر ایک بھی نہ رکھ سکا۔ تو جب مَیں سمجھتا تھا کہ ایک بھی روزہ نہیں رکھ سکوں گا اس وقت تو

۲۳ رکھ لئے اور پتہ بھی نہ لگا لیکن جب یہ خیال آیا کہ اب تو بہت تھوڑے رہ گئے ہیں یہ تو پورے کر سکوں گا تو ایک بھی نہ رکھ سکا اور تکلیف بھی ایسی شروع ہوئی کہ روزہ رکھنا ممکن ہی نہ تھا۔ یوں تو بیمار کو روزہ جائز نہیں مگر بعض مزمن امراض میں انسان رکھ بھی سکتا ہے مگر نقرس کا مرض ایسا ہے کہ اس میں بار بار پانی پینا ضروری ہوتا ہے تا وہ مادہ جو اس مرض کا موجب ہوتا ہے صاف ہوتا رہے۔ تو یہ خدا تعالیٰ کے احسانوں میں سے ایک احسان ہوتا ہے کہ روزہ رکھنے یا نیکی کے کرنے کی توفیق حاصل ہو۔ ۲۴ پس اگر ہم نے روزے رکھے ہیں تو خود کوئی تکلیف نہیں اٹھائی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا کہ نیکی کا موقع دیا۔ اگر اس قسم کا خیال میرے دل میں آتا کہ روزوں کے ذریعہ دعا مانگوں تو اس طرح نہ کہتا بلکہ یوں کہتا کہ اے خدا! تو نے ہمیں توفیق دی کہ روزے رکھ سکیں اب تو اپنے اس فضل کو مکمل کر دے۔ خدایا! اس سارے مہینہ میں تو نے ہم پر فضل کیا ہے اب عید کو ہمارے لئے مکمل کر کے اپنے فضل کو مکمل کر دے۔ اس شخص نے دعا کا یہ رنگ تو اچھا نکالا تھا مگر قلّتِ تدبّر کی وجہ سے اسے شکل بری دے دی۔ اگر بجائے یوں کہنے کے کہ ہم نے کس طرح تکلیف اٹھا کر روزے رکھے ہیں وہ دوست یوں کہتے کہ اے اللہ! تو نے کتنا فضل کیا ہے کہ روزے رکھنے کی توفیق عطا کی ہے مگر اب اس فضل کو ادھورا نہ رکھیو اسے مکمل کر کے ہمیں عید بھی دکھا دے تو کیسی خوبصورت دعا ہو جاتی۔ مومن کے اعمال اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کے ماتحت ہوتے ہیں اس کے بغیر وہ ان کو مکمل نہیں کر سکتا۔ مگر جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اول تو کسی کام کی تکمیل کے لئے ساری شرائط کا علم ہونا ناممکن ہے اور اگر علم ہو تو بھی تشویش کے کئی ایسے سامان موجود رہتے ہیں کہ نقص کا امکان ہر وقت رہتا ہے پس انسان کو کبھی اپنی نمازوں' روزوں یا نیکیوں پر غرور نہیں کرنا چاہئے۔ ذرا غور کرو کیا کیفیت ہو گی اس شخص کی جو رسول کریم ﷺ کی وحی لکھا کرتا تھا۔ کس طرح دوسرے صحابہؓ اس کی حیثیت پر رشک کرتے ہوں گے کہ آنحضرت ﷺ سفر و حضر میں اسے ساتھ رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ کا کلام سننے کا سب سے پہلے اسے موقع ملتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کی وحی تو نہایت ہی شاندار چیز ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی کے متعلق یہ کیفیت تھی کہ احمدی دن چڑھتے ہی عاشقوں کی طرح ادھر ادھر دوڑنے لگتے تھے کہ معلوم کریں حضور کو رات کیا وحی ہوئی ہے۔ ادھر میں نکلا اور مجھ سے پوچھنے لگے یا کوئی اور بچہ نکلا تو اس سے دریافت کرنے لگے کہ آج کی تازہ وحی کیا ہے آپ کو کیا الہام ہوا ہے اور ہماری

یہ حالت تھی کہ ادھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز کے لئے تشریف لے گئے اور ہم نے جھٹ جاکر کاپی اٹھا کر دیکھی کہ دیکھیں تازہ الہام کیا ہے۔ یا پھر خود مسجد میں پہنچ کر آپ کے دہن مبارک سے سنا۔ تو رسول کریم ﷺ کی وحی کو لکھنے والے کے لئے کیسا قابلِ رشک موقع تھا کہ وہ سب سے پہلے وحی کو سنتا تھا مگر چھوٹی سی بات پر ایسی ٹھوکر لگی کہ مرتد ہو گیا۔ ۲۵؎ تو اپنی کسی نیکی یا خدمات پر فخر کرنا اور یہ کہنا کہ میں ایسا میں ویسا یہ ایک لغو بات ہے۔ انسان کا کوئی نیک عمل مکمل نہیں ہو سکتا جب تک خدا تعالیٰ کا فضل شاملِ حال نہ ہو اور یہی فضل حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سکھائی ہے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ نیکی کی نیت بے شک انسان کرتا ہے مگر اس کی تکمیل خدا تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی طرف ہی اشارہ کیا ہے کہ انسان کو اپنے اعمال پر کبھی غرور نہیں کرنا چاہئے بلکہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہنا چاہئے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ حج کر کے آتے ہیں تو ان کی سنگدلی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ایسے سنگدل ہو جاتے ہیں کہ کوئی حد نہیں رہتی۔ ایک لطیفہ مشہور ہے کہ کوئی اندھی بڑھیا عورت تھی جو ریل کے انتظار میں مسافر خانہ میں بیٹھی تھی اس کے پاس ایک ہی چادر تھی جو کسی نے اٹھالی اس نے ہاتھ مارا تو معلوم ہوا کہ چادر غائب ہے۔ اس نے کہا کہ وے بھائی حاجیا! میری چادر دے دے' یعنی بھائی حاجی صاحب مجھ غریب کو چادر دے دو۔ اس شخص نے اس کی بات سنی تو اس کے پاس گیا اور کہا کہ مائی چادر تو لے لے مگر یہ بتا کہ تجھے یہ کس طرح علم ہوا کہ میں حاجی ہوں۔ اس بڑھیا نے جواب دیا کہ ایسا سنگدل سوائے حاجی کے کون ہو سکتا ہے۔ تو دیکھو بعض دفعہ انسان وطن کو' عزیز و اقارب کو چھوڑ کر حج کے لئے جاتا ہے' روپیہ خرچ کرتا ہے' تکالیف اٹھاتا ہے مگر دل پتھر کا ہو جاتا ہے۔ میرے سامنے کئی دوستوں نے ذکر کیا ہے کہ حج کے بعد ان کے اندر وہ بات نہیں رہی جو پہلے تھی اور عبادت میں پہلے جیسی لذت محسوس نہیں ہوتی اس قسم کی حالت اکثر اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ بسا اوقات انسان اپنے اس فعل کو بہت اہمیت دے لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں نے بہت نیکی کی ہے اور اس تکبر کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اسے اخلاص سے محروم کر دیتا ہے پس نیکی کے بعد انسان کو فخر ہرگز نہیں کرنا چاہئے اور خدا تعالیٰ پر احسان نہیں دھرنا چاہئے۔ بلکہ یہی سمجھنا چاہئے کہ میں اب بھی خدا تعالیٰ کے فضل کا محتاج ہوں تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر مزید فضل نازل ہوں گے لیکن جو اپنے اعمال پر غرور کرتا ہے وہ حج' نماز اور روزہ کا لفظ لئے بیٹھا

رہتا ہے اور مغز سے محروم رہ جاتا ہے جب میں حج پر گیا ۱۹۱۲ء تو ایک شخص کو میں نے دیکھا جو منیٰ کی طرف جاتے ہوئے بجائے دعا کے اردو کے نہایت ہی گندے اور عشقیہ اشعار پڑھ رہا تھا۔ واپسی پر وہ اسی جہاز میں تھا جس میں میں تھا۔ ایک روز میں ٹہل رہا تھا میں نے سناوہ نہایت حسرت سے ہاتھ مار مار کر کہہ رہا تھا کہ خدایا یہ جہاز کیوں غرق نہیں ہو جاتا جس میں یہ شخص سوار ہے۔ یہ خلافت سے قبل کا واقعہ ہے اسے جب معلوم ہوا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیٹا ہوں اور یوں بھی میں تبلیغ کرتا رہتا تھا تو اس نے یہ فقرات زبان سے کہے۔

ایک دوسرے موقع پر میں نے اسے کہا کہ آپ کو حج کی کیا ضرورت تھی جب کہ آپ منیٰ کو جاتے ہوئے اردو کے نہایت گندے اور عشقیہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے تو اس کی کوئی ضرورت نہ تھی بات صرف یہ ہے کہ ہمارے ساتھ میں جس شخص کی دکان ہے وہ حج کر آیا تو اس کی بِکری بہت زیادہ ہونے لگی سب لوگ اسی سے سودا خریدنے لگے۔ میرے باپ نے کہا کہ اس طرح تو ہماری دکان تباہ ہو جائے گی تم بھی جاکر حج کر آؤ تا ہم بھی بورڈ پر حاجی کا لفظ لکھ سکیں۔ تو جو شخص حج کے بعد خیال کرتا ہے کہ اس نے خدا تعالیٰ پر احسان کیا ہے زکوٰۃ اور دوسرے نیک اعمال کو بھی خدا تعالیٰ پر احسان سمجھتا ہے وہ کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ یہ ایسا ادنیٰ درجہ کا خیال ہے کہ اس کے نتیجہ میں اس کے تمام اعمال اکارت چلے جاتے ہیں گویا تھے ہی نہیں۔ پھر بعض دفعہ انسان کسی عمل کو مکمل بھی کرلیتا ہے مگر ایسے سامان پیدا ہو جاتے ہیں کہ اس کے لئے بعد میں ٹھوکر کی کوئی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ تو اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہی ایک ایسا ذریعہ ہے کہ جو انسان کو ہر قسم کی ٹھوکروں اور غلطیوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب بھی انسان کو نیکی کا موقع دے اسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ سے ہی اس کی تکمیل کی توفیق طلب کرے کیونکہ اس کے لئے قدم قدم پر ٹھوکر کا امکان ہوتا ہے۔ ایک صحابی کے متعلق مجھے معلوم ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں وہ بہت جوشیلے تھے میں جب حج کے لئے گیا تو سفر میں ان کے پاس ٹھہرنے کا موقع ملا اور مجھے معلوم ہوا کہ وہ نماز بھی نہیں پڑھتے اور چندہ بھی نہیں دیتے۔ میں نے ایک دوسرے دوست سے کہا کہ ان سے دریافت کریں کہ آپ اتنے بڑے اور پرانے صحابی ہیں یہ کیا بات ہے کہ نمازیں نہیں پڑھتے اور چندے وغیرہ نہیں دیتے۔ انہوں نے پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بہت خدمات کی ہیں اب ہمیں ضرورت

نہیں اب تم لوگوں کا کام ہے جو بعد میں آئے ہو۔ ہمارا وقت گزر چکا ہوا ہے اب تمہارا وقت ہے کہ کام کرو حالانکہ نیکی کے وقت کی کوئی حد نہیں ہوتی کیونکہ اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے جو انعام دینا ہوتا ہے وہ غیر محدود ہے۔ ۲۷؎ آریہ لوگ اسلام پر اعتراضات کرتے ہیں کہ محدود اعمال کے نتیجہ میں غیر محدود انعامات کس طرح حاصل ہو سکتے ہیں۔ ۲۸؎ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ چونکہ انسان کی نیت غیر محدود ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ انعام بھی غیر محدود دیتا ہے۔ ۲۹؎ پس انسان کی نیت تو کم سے کم غیر محدود ہونی ضروری ہے۔ کتنا ہی بیوقوف ہے وہ انسان جو تھوڑی دیر نیکی کرنے کے بعد چھوڑ دیتا ہے حالانکہ اس کی محدود نیکی کے نتیجہ میں اسے غیر محدود انعامات حاصل ہونے والے تھے اور جو شخص غیر محدود انعامات کے باوجود محدود عمل بھی نہیں کرتا اس کی بیوقوفی میں کیا شک ہے۔ انسان کا عمل تو محدود ہی ہوتا ہے کم سے کم اس کی نیت تو غیر محدود ہونی چاہئے۔ بعض صوفی مشرب لوگوں نے اس مسئلہ کو غلط سمجھا ہے۔ ایک دفعہ ایک ایسا ہی شخص مجھے ملا اس نے کہا کہ میں نے کچھ سوال کرنا ہے۔ جمعہ کا روز تھا نماز کے بعد میں مسجد میں بیٹھ گیا اور کہا کہ سوال کریں۔ اس نے کہا کہ کوئی شخص اپنے دوست سے ملنے جائے رستہ میں دریا ہو جسے کشتی میں بیٹھ کر عبور کرنا ہے کشتی میں بیٹھنے کے بعد جب کنارہ آجائے تو وہ کشتی کے اندر ہی بیٹھا رہے یا اُتر پڑے۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ اباحتی طریق کا آدمی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان کو خدا مل گیا تو پھر اسے نماز روزہ کی کیا ضرورت ہے یہ تو محض سواریاں ہیں خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً مجھے جواب سمجھایا اور میں نے کہا کہ آپ کی بات تو ٹھیک ہے اگر تو دریا محدود ہے اور اس کا کنارہ موجود ہے تو جب کنارہ آجائے چاہئے کہ فوراً کشتی سے اُتر پڑے لیکن اگر دریارِ غیر محدود ہو تو جہاں اُترا وہیں ڈوبا اور اس کا پچھلا سفر سارا ضائع ہو جائے گا جہاں اس نے پانی پر قدم رکھا وہیں ڈوبے گا۔ میں نے کہا آپ فرمائیے جس دریا کا آپ ذکر کر رہے ہیں وہ محدود ہے یا غیر محدود۔ وہ مبہوت سا ہو گیا اور کہنے لگا کہ ہے تو غیر محدود۔ میں نے کہا پس پھر یقین رکھیں کہ جہاں وہ شخص کشتی سے نیچے اُترا وہیں ڈوبا۔ یہ کنارہ آجائے ۳۰؎ کا خیال صرف ایک وہم ہے۔ تو انسان خواہ سو سال بھی نمازیں پڑھتا رہے جب وہ یہ سمجھے گا کہ خدا مل گیا اب میں اس کشتی سے اترتا ہوں تو فوراً ڈوبے گا اور سو سال کی تمام نمازیں ضائع جائیں گی اس لئے جب اللہ تعالیٰ کسی نیکی کی توفیق دے تو اسے چاہئے کہ اپنی

اچھی حالت کو اور بھی سنوارے تا ایسا نہ ہو کہ پچھلی عمارت بھی گر جائے۔ جب کسی شخص کے پاس ایک پیسہ ہو تو وہ اس کی حفاظت بہت کم کرتا ہے مگر جب ایک ہزار روپیہ ہو جائے تو زیادہ انتظام حفاظت کا کرتا ہے۔ پس اگر اعمال صالحہ ایک خزانہ ہیں تو خزانہ جتنا بڑھے اتنی ہی اس کی حفاظت زیادہ کرنی چاہئے۔ میں حج سے جب واپس آیا تو ایک دن جہاز کے انگریز کپتان نے مجھے کہا کہ میرے نائب کو اسلام کی طرف رغبت ہے آپ میرے پاس آئیں تو اس سے بات چیت کراؤں۔ دراصل اسے خود بھی دلچسپی تھی۔ کپتان کے کمرہ میں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں ہوتی سوائے ان کے جن کو وہ خود بلائے۔ میں وہاں گیا تو پہلے وہ مجھے مشینری دکھاتا رہا اور بتاتا رہا کہ اس طرح جہاز کو چلاتے ہیں۔ چائے وغیرہ بھی پلائی اور کہا کہ میں نے آپ کو اس لئے بلایا ہے کہ میرا نائب اسلام کی طرف مائل ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اگر اس نے مسلمان ہونا ہے تو آپ کے ہی ذریعہ ہو جائے۔ اس نے اسے بلایا مگر میں نے محسوس کیا کہ اس کا رنگ مذاق کا رنگ تھا۔ راستی کی تحقیقات اس کی غرض نہ تھی۔ وہ مسائل پوچھتا رہا۔ دورانِ گفتگو میں کپتان نے مجھے کہا کہ اب تو آپ حج کر آئے ہیں۔ اب تو خواہ کوئی عمل کریں جائز ہے۔ میں نے کہا کیوں؟ وہ کہنے لگا کہ پچھلا تختہ اب صاف ہو چکا ہے اس لئے اب آپ نئے گناہ کر سکتے ہیں۔ میں نے اسے کہا کہ جس شخص نے نیا سوٹ پہنا ہو وہ زیادہ حفاظت اس کی کرتا ہے یا پہلے میلے کپڑوں کی۔ اس نے کہا ہر شخص نئے سوٹ کو داغ سے بچانے کی زیادہ کوشش کرتا ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ پھر آپ مجھے یہ مشورہ کس طرح دیتے ہیں کہ حج کے نتیجہ میں جو نیا لباس مجھے ملا ہے اسے زیادہ خراب کروں۔ تو مومن کو جب بھی نیکی کرنے کا موقع ملے اسے چاہئے کہ بجائے مغرور ہونے کے اور احتیاط سے کام لے اور رمضان یا دوسری عبادتوں کے بعد ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہمارا فرض ختم ہو گیا۔ اگر تو رمضان میں ہم نے کچھ کمایا نہیں تو ہمارے لئے فخر کی کونسی بات ہے اور اگر کمایا ہے تو پھر اس خزانہ کی حفاظت زیادہ ضروری ہے جو حاصل کیا ہے تا چور نہ لے جائیں۔ یاد رکھو چور ہمیشہ وہیں پڑتا ہے جہاں کچھ ہو اور جب تم نے کوئی نیکی کی ہے اور خزانہ جمع کیا ہے تو کیا تم سمجھتے ہو کہ شیطان اب تم پر حملہ آور نہیں ہو گا۔ پس اگر تم نے رمضان میں کچھ کمایا نہیں تو تمہارا فخر فضول ہے اور اگر کمایا ہے تو یاد رکھو کہ اب ڈاکہ ضرور پڑے گا۔ اب تمہارے گھر میں خزانہ ہے جسے شیطان ضرور چُرانے کی کوشش کرے گا۔ پہلے تمہارے پاس کچھ نہ تھا مگر اب رمضان کے نتیجہ میں تمہارے ہاتھ

21

روحانی خزانہ آیا ہے اور چور اُچکوں' جیب کاٹنے والوں کی طرف سے حملہ کا خطرہ ہے اور اب وہ خزانہ چُرانے کی اور اگر یہ نہ ہو سکے تو تمہارے گھر کو آگ لگانے کی کوشش کریں گے تا یہ خزانہ ضائع ہو جائے اس لئے تمہیں چاہئے کہ زیادہ ہوشیار رہو۔ اب تمہارے لئے زیادہ نازک مقام ہے اب اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ پکارنے کی زیادہ ضرورت ہے اور اب وقت ہے کہ زیادہ فکر کے ساتھ ہم اپنے خزائن کی حفاظت کریں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ خدایا! پہلے ہم بالکل فقیر اور حقیر تھے۔ چور ڈاکو کی ہم پر نظر نہ پڑتی تھی مگر اب تو نے اپنے فضل سے ہمیں ایک خزانہ بخشا ہے کیونکہ تو نے روزوں کی توفیق دی۔ دنیوی خزانے نظر آتے ہیں اور انسان ان کی حفاظت کا تھوڑا بہت انتظام کر سکتا ہے پھر اس کو چرانے والا چور بھی نظر آ سکتا ہے مگر یہ خزانہ بھی نظر نہیں آتا اور اس کا چرانے والا بھی نظر نہیں آ سکتا۔ اگر یہ چوری ہو جائے تو ہمیں مہینوں اس کا علم بھی نہیں ہو سکتا کہ کس طرح چلا گیا۔ پھر دنیوی خزانہ چرانے والے کا تو ہم کھوج بھی لگا سکتے ہیں مگر اس کا پتہ بھی نہیں لگ سکتا کہ کہاں گیا اس لئے اے ہمارے خدا! تو ہی اس خزانہ کی حفاظت فرما۔ تو نے ہی ہمیں یہ بخشا ہے اور تو ہی اس کی حفاظت فرما۔ تا ہم پھر خالی ہاتھ تیرے پاس نہ آئیں۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ملنا اتنا مشکل نہیں جتنا ان کا سنبھالنا ہوتا ہے۔ پس آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان میں جو فضل ہم پر نازل کیا ہے اسے ہم محفوظ رکھ سکیں۔ اس کے علاوہ اسلام اور جماعت کی ترقی کے لئے بھی دعائیں کریں اور جماعت کی ترقی کے ساتھ جو خرابیاں پیدا ہو جایا کرتی ہیں ان سے محفوظ رہنے اور ان کے دور ہونے کے لئے بھی دعائیں کریں۔ اپنی ذات کے لئے بھی اور اپنے متعلقین اور دوست احباب کے لئے بھی دعائیں کریں۔ اب خطبہ کے بعد میں جو دعا مانگوں گا اس میں بھی دوست یہ دعائیں کریں کہ خدا تعالیٰ ہم سب پر اپنا فضل نازل کرے۔ تا یہ خزانہ جو ہمیں ملا ہے ایسا ہو جو ہم اس کے حضور لے جا کر رکھ سکیں اور تحفہ کے طور پر پیش کر سکیں۔ خدا تعالیٰ کے حضور تحفہ پاک دل اور پاک ایمان کا ہی پیش کیا جا سکتا ہے [1] اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا کرے کہ ہم اس کے حضور کوئی قابل قدر تحفہ پیش کر سکیں۔

(الفضل ۵۔ دسمبر ۱۹۳۹ء)

---

[1] الانعام: ۸۰' ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۲۱

۲ ملفوظات جلد اول صفحہ ۲
۳ منالی۔ کلو ویلی۔ ہندوستان کا ایک پہاڑی مقام
۴ المائدۃ:۹۱
۵ البقرۃ:۲۲۰
۶ ضابطہ فوج داری کی دفعہ ۱۴۴ جس کے تحت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ' ایس۔ڈی۔ ایم یا کسی دوسرے مجسٹریٹ کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ متوقع خطرہ یا مفادِ عامہ کے پیش نظر کسی شخص یا اشخاص یا عوام کو کسی خاص فعل سے روک دے۔
۷ J.A.C Brown: Pears Medical Encyclopdia زیر لفظ Alcohol اور Alcoholism
۸ صحیح بخاری کتاب الصوم باب صوم یوم الجمعة
۹ البقرۃ:۱۸۵
۱۰ صحیح بخاری کتاب الجهاد باب فضل الخدمة فی الغزو
☆۱۰ چنڈو خانہ: چنڈو پینے کی جگہ۔ چنڈو ایک نشہ آور چیز ہے جو افیون سے بنائی جاتی ہے اور حقے پر رکھ کر پی جاتی ہے۔
۱۱ امام حسینؓ ابن امیرالمومنین علیؓ بن ابی طالب و فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ بنوہاشم۔ ۴ھ / ۶۲۶ء۔ شہادت ۶۱ھ / ۶۸۰ء
۱۲ صحیح بخاری كتاب الصلوٰة باب من اخف الصلوٰة عند بكاء الصبی
۱۳ سنن ابی داؤد باب العمل فی الصلوٰة
۱۴ ۱۰ق ن۔ سنہ ۸ھ
۱۵ یہ حضرت امامہؓ بنت زینبؓ و ابو العاصؓ کا واقعہ ہے۔ صحیح بخاری كتاب الصلوٰة باب اذا حمل جارية صغيرة على عنقه فی الصلوٰة
۱۶ صحیح بخاری كتاب الصوم باب من لم يدع قول الزور والعمل به
۱۷ صحیح بخاری كتاب الصوم باب هل يقول انی صائم اذا شتم
۱۸ الفاتحة:۵
۱۹ مؤطا امام مالک كتاب الصلوٰة باب العمل فی السهو

۲۰ روحانی خزائن (ازالہ اوہام) جلد ۳ صفحہ ۴۷۳

۲۱ الاعراف:۱۸، نوٹ تفسیر زیر آیت یوسف:۴۳

۲۲ ان فتنوں کی تفصیل کے لئے دیکھیں تاریخ احمدیت جلد چہارم تا نہم

۲۳ ۱۸۸۷ء-۱۹۶۵ء بیعت ۱۸۹۹ء

۲۴ ھود:۸۹

۲۵ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کا ذکر ہے۔ سیرة الامام ابن هشام الجزء الثانی صفحہ ۲۱۷۔ تاریخ الطبری القسم الاول الجزء ۳ صفحہ ۴۰-۱۶۳۹۔ سیرة الحلبیة الجزء الثالث صفحہ ۱۰۴

۲۶ حضور اس سفر کے لئے ۲۶۔ ستمبر ۱۹۱۲ء کو قادیان سے روانہ ہوئے اور ۱۳۔ جنوری ۱۹۱۳ء کو واپس قادیان تشریف لے آئے۔

۲۷ آل عمران:۲۸ ھود:۱۰۹

۲۸ چشمۂ معرفت صفحہ ۲۲ مطبوعہ تالیف و تصنیف ربوہ

۲۹ روحانی خزائن (سرمہ چشم آریہ) جلد ۲ صفحہ ۹۴

۳۰ غالباً صحیح عبارت یوں ہے۔ "یہ خیال کہ کنارہ آجائے گا صرف ایک وہم ہے۔"

۳۱ المائدۃ:۲۸۔ ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۲۴۰